رکوع سے سجدے میں جانے کی کیفیت

تحریر
حضرت مولانا ابو عبداللہ محمد منیر قمر صاحب حفظہ اللہ
ترجمان سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب)



نشر و توزیع
مکتبہ کتاب و سنت
ریحان چیمہ تحصیل و ضلع سیالکوٹ

رکوع سے سجدے میں

جانے کی کیفیّت

تحریر

حضرت مولانا ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترجمان سپریم کورٹ الخبر

وداعیہ متعاون اسلامک سنٹر الدمام الظہران الخبر

(سعودی عرب)

ترتیب

آنسہ شکیلہ قمر

نشرو توزیع

مکتبہ کتاب وسنت ،ریحان چیمہ

تحصیل ڈسکہ سیالکوٹ (پاکستان)

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

﴿إنَّ الحَمدَ لِلّٰهِ، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾

أمّا بَعْدُ!

معزز قارئین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نماز کے قیام اور رکوع وقومہ سے فارغ ہو کر سجدے میں جانے کی کیفیت کے سلسلہ میں اہل علم کے یہاں دو رائے پائی جاتی ہیں۔

۱۔ قومہ سے سجدہ کیلئے پہلے زمین پر ہاتھ لگائیں اور پھر ساتھ ہی گھٹنے لگالیں۔

۲۔ پہلے گھٹنے زمین پر لگائیں اور پھر ہاتھ۔

احادیث رسول ﷺ اور اسوۂ نبوی ﷺ کے حوالے سے ان دونوں میں سے صحیح تر طریقہ کی تلاش کیلئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف ومرتبہ اور تمام معاونین کی محنت کو شرف قبول سے نوازے اور تمام قارئین کو "صحیح تر" پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۴۲۲/۳/۱۴ھ

۲۰۰۱/۶/۶ء

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان، سپریم کورٹ، الخبر

وداعیہ متعاون، مراکز دعوت وارشاد

الدمام، الخبر، الظہران (سعودی عرب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدے میں جانے کی کیفیت

رکوع قومہ اور نکے اذکار سے فارغ ہوکر سجدہ کیا جاتا ہے، جسکے لئے زمین پر پہلے ہاتھ پھر گھٹنے رکھنے کا طریقہ بھی مروج ہے اور پہلے گھٹنے اور پھر ہاتھ رکھنے کا بھی، اوران دونوں طریقوں میں سے ازروئے دلیل کونسا انداز قوی وصحیح تر ہے، اس بات کا پتہ لگانے کیلئے دونوں کے دلائل کا جائزہ لینا ضروری ہے۔[1]

پہلے ہاتھ رکھنے کے دلائل:

تو آیئے پہلے زمین پر ہاتھ اور پھر گھٹنے رکھنے والوں کے دلائل دیکھیں:

پہلی دلیل:

التاریخ الکبیر للبخاری، ابوداؤد، نسائی، مشکل الآثار وشرح معانی الآثار طحاوی، دارمی، دارقطنی، بیہقی، محلی ابن حزم، شرح السنہ بغوی، کتاب الاعتبار بین الناسخ والمنسوخ من الآثار للحازمی اور مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ﴾[2]

تم میں سے جب کوئی سجدہ کرے تو اسطرح نہ بیٹھے جیسے اونٹ بیٹھتا ہے، بلکہ گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ رکھنے چاہئیں۔

---

[1] یہ ہماری چند ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ہے، جو ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین سے نشر کی گئی تھیں۔

[2] شرح السنہ بغوی ۳/۱۳۵، مسند احمد ۲/۳۸۱، الفتح الربانی للبنا ۳/۲۷۶، ابوداؤد مع العون ۳/۷۰، ترمذی مع التحفہ ۲/۱۳۶، مشکوٰۃ بتحقیق البانی ۱/۲۸۲، الارواء للالبانی ۲/۷۸، دارقطنی ۱/۱/۳۴۴، محلی ابن حزم ۲/۴/۱۲۹، بیہقی ۲/۹۹-۱۰۰،

[illegible]

[1] تردید نظریہ ضعف:

اس حدیث کو کثیر کبار محدثینِ کرام نے صحیح قرار دیا ہے جسکی تفصیل کیلئے شرح السنہ کی تحقیق ازشیخ شعیب الأرناؤوط (۱۳۵/۳)، زادالمعاد کی تحقیق از شیخ شعیب الاناؤوط و شیخ عبد القادرالارناؤوط (۲۲۳/۱)، ارواء الغلیل از شیخ البانی (۷۸/۲)، شرح المواہب زرقانی (۳۲۰/۷)، کمافی الارواء (۷۸/۲) و تحقیق الاحسان (۲۴۰/۵)، المجموع شرح المہذب امام نووی (۳۹۴/۳) دیکھیں جاسکتی ہیں۔ علامہ عبدالرحمن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یاکم ازکم حسن لذاتہ ہے، اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔ [۳]

اور حافظ عبدالحق اشبیلی کی الاحکام الکبریٰ سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ ان کی دوسری کتاب ''کتاب التوحید'' میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اُس حدیث سے سند کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے، جسمیں کہ گھٹنے پہلے رکھنے کا ذکر آیا ہے۔ [۴]

[2] تردید نظریہ قلب واضطراب:

البتہ امام ابن قیم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں قلب متن واضطراب پایا جاتا ہے کہ دراصل حدیث یوں تھی:

﴿وَلْيَضَعْ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ﴾ اسے چاہیے کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے زمین پر رکھے۔

اور مختلف روایات میں اس کے الگ الگ الفاظ آئے ہیں اور اس سلسلہ میں جو گفتگو انہوں نے زادالمعاد میں کی ہے، وہ جلد اوّل کے صفحہ ۲۲۳ سے لیکر ۲۳۱ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس پر زادالمعاد کے محققین شیخ شعیب وعبدالقادر نے تحقیق زادالمعاد میں (۲۲۳/۱۔۲۳۰) میں شیخ احمد شاکر نے تحقیق

---

۳ تحفۃ الاحوذی علامہ عبدالرحمن مبارکپوری ۱۳۸/۲

۴ بحوالہ صفۃ الصلوٰۃ علامہ البانی ص ۸۱ وا لارواء ۷۸/۲، مشکوٰۃ ۲۸۲/۱

ترمذی (۱/ ۵۸-۵۹) میں، علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی (۲/ ۱۳۸-۱۳۹) میں اور علامہ البانی نے صفۃ الصلوٰۃ صفحہ ۸۲ پر مختصراً اور ارواء الغلیل (۲/ ۱۷۵-۱۸۰) میں اور الضعیفۃ (۲/ ۳۲۸-۳۳۲) میں مفصل تعاقب کیا ہے، اور علامہ ابن قیم کے اس نظریہ قلب واضطراب کی سختی سے تردید کی ہے، اور دلائل بھی ذکر کیے ہیں جنکی تفصیلات متعلقہ، مذکورہ مقامات پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

دوسری دلیل:

پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے رکھنے کی دوسری دلیل صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور موقوفاً علی ابن عمر رضی اللہ عنہم اور صحیح ابن خزیمہ ودار قطنی، بیہقی، معانی الآثار طحاری وکتاب الاعتبار حازمی اور مستدرک حاکم میں موصولاً اور مرفوعاً مروی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت نافع بیان فرماتے ہیں:

﴿كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ﴾ ۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ (زمین) پر رکھا کرتے تھے۔

اور دیگر کتب میں مرفوعاً یوں ہے حضرت نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿أَنَّهُ كَانَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ ذَالِكَ﴾ ۶ وہ (ابن عمر رضی اللہ عنہ) گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ نبی ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں انکی بات پر موافقت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اور فتح الباری میں گھٹنے

---

۵ بخاری مع الفتح ۲/ ۲۹۰۔

۶ بخاری ۲/ ۲۹۰، ابن خذیمہ ۱/ ۳۱۹ وصححہ للالبانی، بیہقی ۲/ ۱۰۰، دارقطنی ۱/ ۳۴۴، الضعیفہ للالبانی ۲/ ۳۳۱، الاعتبار ص ۷۹، بلوغ المرام حافظ ابن حجر عسقلانی ۱/ ۱۸۶ مع سبل السلام۔

پہلے رکھنے والی حدیث پر ترجیح دی ہے اور محدث البانی نے ارواء الغلیل اور صحیح ابن خزیمہ پر اپنی تعلیقات میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ۷

تیسری دلیل:

امام حاکم نے مستدرک میں کہا ہے: اس مسئلہ میں میرا دل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کی طرف زیادہ مائل ہے، جس میں پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے زمین پر لگانے کا ذکر ہے اور یہ اسلئے کہ اس کی تائید میں صحابہ وتابعین سے مروی آثار بکثرت ہیں۔ ۸

چوتھی دلیل:

سنن کبریٰ بیہقی میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے ان الفاظ میں مرفوعاً مروی ہے:

﴿اِذَا سَجَدَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَبْرُکْ کَمَا یَبْرُکُ الْجَمَلُ وَلْیَضَعْ یَدَیْهِ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ﴾ ۹ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے، بلکہ اسے چاہیے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے۔

امام بیہقی نے اسے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اگر یہ محفوظ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سجدہ جاتے وقت پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے زمین پر رکھے جائیں۔ امام بیہقی نے یہ محض اپنے خدشہ کا اظہار فرمایا ہے، جبکہ اس مفہوم کی حدیث ہم ذکر کر آئے ہیں، جسے کبار محدثین نے محفوظ وصحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس روایت سے استدلال نہیں تو استشہاد میں مضایقہ نہیں ہے۔

---

۷ تحقیق ابن خذیمہ ۱/۳۱۸، مستدرک حاکم وتلخیص الذھبی ۱/۲۲۶ قدیم و ۱/۳۴۹ جدید، ارواء الغلیل ۲/۷۷، بلوغ المرام ۱/۱۸۶، فتح الباری ابن حجر ۲/۲۹۱۔

۸ حوالہ سابقہ

۹ بیہقی ۲/۱۰۰ و زاد المعاد ابن قیم ۱/۲۳۰

پانچویں دلیل:

امام اوزاعیؒ نے فرمایا ہے:

﴿اَدْرَكْتُ النَّاسَ يَضَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ قَبْلَ رُكَبِهِمْ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِيْهِ حَدِيْثٌ﴾ ۱؎

میں نے لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو پایا ہے کہ وہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اس معاملہ میں ایک حدیث بھی مروی ہے۔

غرض امام مالک اور اوزاعیؒ کا یہی مسلک ہے کہ سجدہ جاتے وقت پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جائیں اور پھر گھٹنے۔ امام ابن الجوزی نے التحقیق میں اور امام ابن قدامہ نے المغنی میں امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مسلک بتایا ہے، اگرچہ ان سے دوسری روایت بھی ملتی ہے۔ علامہ ابن حزم بھی اسی کے قائل تھے اور ابن ابی داؤد کے بقول تمام اہلحدیث ومحدثین کا بھی یہی مسلک ہے، جیسا کہ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد جلد اول صفحہ ۲۳۰ پر، ابن حزم نے المحلی جلد دوم جزء چہارم صفحہ ۱۲۹ پر، امام بغوی نے شرح السنہ جلد سوم صفحہ ۱۳۴ پر، حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد دوم صفحہ ۲۹۱ پر، علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے تحفۃ الأحوذی جلد دوم صفحہ ۱۳۵ پر، علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے عون المعبود جلد سوم صفحہ ۷۱ پر، امام شوکانی نے نیل الاوطار جلد اول جزء دوم صفحہ ۲۵۳-۲۵۴ پر امام حازمی نے کتاب الاعتبار صفحہ ۸۰ پر اور ابن قدامہ نے المغنی جلد اول صفحہ ۵۱۴ پر، تفصیل ذکر کی ہے۔ اور امام ابوداؤد کے بیٹے نے اسے ہی اہل مدینہ کا مذہب قرار دیا ہے۔!!

۱؎ الاعتبار ص ۸۰ نقلہ عن ابن المنذر وزاد المعاد ۱/۲۳۰، مسائل الامام المروزی (۱/۱۴۷) کمافی صفۃ الصلوٰۃ ص ۸۱ وصححہ۔

پہلے گھٹنے رکھنے کے دلائل:

اور اب باری ہے اس سلسلہ میں دوسرے مسلک یعنی سجدہ جاتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر رکھنے کے دلائل کی، چنانچہ اس نظریہ کے قائلین بھی بعض احادیث سے استدلال کرتے ہیں مثلاً:

دلیل اول:

انکی پہلی دلیل وہ حدیث ہے جو سُننِ اربعہ ودارمی، دارقطنی وبیہقی، ابن خزیمہ وابن حبان، شرح السنہ بغوی اور کتاب الاعتبار حازمی میں حضرت وائل بن حجر ؓ سے مروی ہے جسمیں وہ فرماتے ہیں:

﴿رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَجَدَ یَضَعُ رُکْبَتَیْہِ قَبْلَ یَدَیْہِ وَاِذَا نَھَضَ رَفَعَ یَدَیْہِ قَبْلَ رُکْبَتَیْہِ﴾ [۱۲]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھتے اور جب اٹھتے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھاتے۔

اسکی استنادی حیثیت:

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد خود امام دارقطنی، ترمذی، بیہقی اور حازمی نے اسکی شدید جرح کی ہے اور اسکے مرفوعاً وموصولاً صحیح ہونے پر کلام کیا ہے اور امام حازمی نے امام طحاوی اور دیگر متقدمین حفاظ کی طرف بھی اسی جرح کو منسوب کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیے گئے حفاظ کے علاوہ ابن ابی داؤد سے بھی جرح نقل کی ہے۔[۱۳]

علامہ عظیم آبادی ومبارکپوری نے اپنی شروح سنن میں اور شیخ شعیب وعبدالقادر ارناؤوط نے تحقیق زاد المعاد میں (۱/ ۲۲۳) یہ جرحیں نقل کی ہیں۔ امام شوکانی نے ان حفاظ کے علاوہ امام نسائی سے

---

[۱۲] ابوداؤد ۳/ ۶۸، ترمذی ۲/ ۱۳۲، شرح السنہ ۳/ ۱۳۳، بیہقی ۲/ ۹۸، ابن حبان ص ۱۳۲ الموارد، الضعیفہ للالبانی ۲/ ۳۲۹، الارواء ۲/ ۷۵، التلخیص ابن حجر ۱/ ۲۵۴، دارقطنی ۱/ ۳۴۵، الاعتبار ص ۸۰۔

[۱۳] سابقہ حوالہ جات سابقہ۔

بھی اس روایت کی سند پر جرح نقل کی ہے۔[14]

اور دورِ حاضر کے معروف محدث علاّمہ البانی نے اس روایت کو تحقیق مشکوٰۃ (۱/۲۸۲)، ارواء الغلیل ۲/۵۷-۷۷ اور الاحادیث الضعیفہ (۲/۳۲۸-۳۳۲) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح السنہ بغوی کی تحقیق میں شیخ شعیب نے اسکے دو اور طرق بھی بتائے ہیں، جن میں سے ایک ابوداؤد میں محمد بن حجادہ عن عبدالجبار بن وائل عن ابیہ والا طریق ہے، جبکہ عبدالجبار کے اپنے والد سے سماع کی خود ہی نفی بھی کی ہے۔ اور آگے چل کر "تنبیہ" کے زیرِ عنوان لکھا ہے کہ موارد الظمآن فی زوائد ابن حبان میں اسرائیل بن برنس کے طریق سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور اگر یہ اسرائیل شریک سے محرّف نہ ہو تو پھر یہ شریک کیلئے اچھی متابعت ہے، اور اسکی سند صحیح ہے، جبکہ حفاظ میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہیں دلائی، سوائے ملاّ علی قاری کے، انھوں نے المرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ابن حجر ہیثمی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے دو طریق اور بھی ہیں اور انکی مراد شاید یہی ابوداؤد اور ابن حبان والے دونوں طریق ہوں۔[15]

لیکن شیخ البانی نے ملاّ علی قاری کی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

﴿وَلَا تَغتَرَّ لِمَا حَكَاهُ الشَّيخُ القَارِئُ عَنِ ابنِ حَجَرِ الفَقِيهِ: اَنَّ لَهٗ طَرِيقَينِ آخَرَينِ فَاِنَّهٗ مِنْ اَوْهَامِهٖ﴾[16]

علاّمہ ملاّ علی قاری نے ابن حجر فقیہہ سے جو نقل کیا ہے کہ اسکے دو اور بھی طریق ہیں: اس سے دھوکے میں نہیں آنا چاہیئے، کیونکہ یہ انکے اوہام (وہموں) میں سے ہے۔

---

[14] المحلی ۱/۲/۲۵۳۔

[15] تحقیق شرح السنہ ۳/۱۳۳-۱۳۴

[16] تحقیق مشکوٰۃ ۱/۲۸۲

اور موارد الظمآن (صفحہ ۱۳۲، حدیث ۴۸۷) کی سند میں اسرائیل واقعی متحرف ہے کیونکہ اصل ابن حبان میں یہاں شریک ہے۔ [17] جو کہ ضعیف ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے، درجہ صحت وحسن کو نہیں پہنچتی۔ اگرچہ ابن حبان وابن خزیمہ اور ابن سکن وغیرہ نے اسکی تصحیح کی ہے۔

دلیل دوم:

اسی مفہوم کی ایک روایت ابن ماجہ میں حضرت ابی بن کعب ﷺ سے مرفوعاً مروی ہے، جس میں ہے:

﴿كَانَ يَخِرُّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَلَا يَتَّكِئُ﴾ [18] آپ گھٹنوں کے بل نیچے جاتے تھے اور ٹیک نہیں لیتے تھے۔

اس روایت کی سند میں کئی راویوں کے مجہول ہونے کی وجہ سے امام ابن المدینی اور بعض دیگر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، جیسا کہ لسان المیزان، میزان الاعتدال اور التقریب وغیرہ کتب رجال اور نقد وجرح میں معاذ بن محمد اور محمد بن معاذ کے تراجم میں مذکور ہے۔ [19]

دلیل سوم:

سنن دار قطنی وبیہقی، مستدرک حاکم ومحلی ابن حزم، الاحادیث المختارہ للضیاء المقدسی اور الاعتبار حازمی میں حضرت انس ﷺ سے مروی ہے:

---

[17] دیکھئے الاحسان ۵/ ۲۳۷، حدیث: ۱۹۱۲ تحقیق الارناؤط

[18] ابن حبان ص ۱۳۲ الموارد

[19] بحوالہ الصفحہ ۲/ ۳۲۸

﴿رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِنحطَّ بِالتَّكْبِيْرِ فَسَبَقَتْ رُكْبَتَاهُ يَدَيْهِ﴾ ۲۰

میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، جب آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے بیٹھتے تو آپ ﷺ کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے جاتے۔

اس حدیث کو روایت کر کے خود امام دار قطنی و بیہقی نے اسکی سند و متن پر تنقید کی ہے اور امام بیہقی، ابن قیم اور ابن حجر نے اسکی سند کے ایک راوی العلا بن اسماعیل کو مجہول قرار دیا ہے جیسا کہ زاد المعاد اور تلخیص الجبیر میں ہے۔ ۲۱

اور ابن ابی حاتم نے اپنے والد امام ابو حاتم سے العلل میں نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو "منکر" قرار دیا ہے۔ ۲۲

[3] تردید نظریۂ اضطراب:

مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی، سنن اثرم اور معانی الآثار طحاوی میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مرفوعاً مروی ہے:

﴿إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَبْدَأْ بِرُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَلَا يَبْرُكُ كَبُرُوْكِ الْفَحْلِ﴾ ۲۳

تم میں سے جب کوئی سجدہ کرے تو ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کے بل بیٹھے، اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

---

۲۰ دار قطنی ۱/۳۴۵، بیہقی ۲/۹۹، الاعتبار ص ۸۰، محلی ۲۹۴/۴، مستدرک حاکم ۱/۲۲۶ قدیم، ۳۴۹ جدید، الاحادیث المختارہ الضیاء المقدسی، زاد المعاد ۱/۲۲۸

۲۱ زاد المعاد ۱/۲۲۹، تلخیص ۱/۲۵۴

۲۲ العلل ابن ابی حاتم ۱/۱۸۸، بحوالہ زاد المعاد ۱/۲۲۹ والضعیفہ ۲/۳۳۱

۲۳ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۹۴، بیہقی ۲/۱۰۰، زاد المعاد ۱/۲۲۶-۲۲۷، ارواء الغلیل للالبانی ۲/۷۹

جبکہ اسکی سند میں عبداللہ بن سعید المقبری متروک وضعیف راوی ہے جیسا کہ محققین زادالمعاد نے لکھا ہے۔ اور امام بخاری، دارقطنی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن سعید اور فلاس سے علامہ مبارکپوری نے اس راوی کا منکر الحدیث، متروک وذاھب الحدیث، غیر ثقہ وضعیف ہونا نقل کیا ہے۔[۲۴]

امام بیہقی نے اسے روایت کر کے خود اسکی سند کو ضعیف کہا ہے۔[۲۵]

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں انکی اس معاملہ میں متابعت کی ہے۔[۲۶]

شیخ البانی نے اسے باطل قرار دیا ہے۔[۲۷]

لہٰذا یہ روایت اس لائق نہیں کہ اسکی وجہ سے حدیثِ اول کو مضطرب کہا جاسکے جیسا کہ علامہ ابن قیم اور بعض دیگر حضرات نے کہا ہے۔

[4] تردیدِ دعوائے نسخ:

امام ابن خزیمہ نے دونوں طرح کی احادیث میں ضُعف وقوت کی بناء پر ترجیح کا انداز اپنانے کی بجائے ہاتھوں کو پہلے زمین پر رکھنے کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر دلیل میں انھوں نے اور امام بیہقی نے وہ حدیث بیان کی ہے جو کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسمیں ہے:

﴿كُنَّا نَضَعُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ فَأُمِرْنَا بِالرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ﴾[۲۸]

ہم گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ رکھتے تھے، پھر یہ حکم ہوا کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھیں۔

---

[۲۴] تحفۃ الاحوذی ۲/۱۳۸

[۲۵] حوالہ سابقہ

[۲۶] فتح الباری ۲/۲۹۱

[۲۷] الإرواء أيضا

[۲۸] ابن خزیمہ ۱/۳۱۹، بیہقی ۲/۱۰۰

یہ حدیث اگر صحیح ہوتی تو بقول حافظ ابن حجر واقعی جانبین کے درمیان فیصلہ کن ثابت ہوتی، لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ انتہائی ضعیف ہے۔ ۲۹

امام بیہقی اسے روایت کر کے کہتے ہیں کہ یہ حدیث تو اس طرح وارد ہوئی ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت دورانِ رکوع "تطبیق" کے منسوخ ہونے کی ہے۔ ۳۰

تو گویا امام بیہقی نے اس حدیث میں نسخ کے ذکر کو رواۃ میں سے کسی کی خطا پر محمول کیا ہے اور امام حازمی نے بھی کتاب الاعتبار میں نسخ تطبیق والی حدیث کو ہی محفوظ قرار دیا ہے اور اس حدیث کو شاذ و متکلم فیہ۔ ۳۱

امام نووی نے المجموع میں اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام بیہقی کا اسے ضعیف کہنا بھی ذکر کیا ہے۔ اسکے ایک راوی یحییٰ بن سلمہ کو باتفاق حفاظ ضعیف کہا ہے۔ ابو حاتم سے اسکا منکر الحدیث ہونا نقل کیا ہے اور امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ اسکی بیان کردہ احادیث میں منکر احادیث بھی ہیں۔ ۳۲

علامہ ابن قیم نے تہذیب معالم السنن اور زاد المعاد میں لکھا ہے کہ بعض رواۃ سے غلطی ہوئی اور وَضْعُ الْیَدَیْنِ عَلَی الرُّکْبَتَیْنِ کی بجائے اس سے وَضْعُ الْیَدَیْنِ قَبْلَ الرُّکْبَتَیْنِ ہوگیا۔ اور اسے ہی معروف قرار دیا ہے کہ نسخ کا تعلق رکوع میں تطبیق سے ہے، اس مسئلہ زیر بحث سے نہیں۔ ۳۳

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ روایت بیان کرنے میں ابراہیم بن اسماعیل اور انکے والد اسماعیل بن یحییٰ بن سلمہ منفرد ہیں اور وہ دونوں ضعیف ہیں۔ ۳۴

اور اپنی دوسری کتاب التقریب میں انھوں نے ابراھیم کو ضعیف، اور اسماعیل و یحییٰ کو متروک

---

۲۹ الفتح ایضا ۳۰ حوالہ سابقہ

۳۱ الاعتبار ص ۸۰

۳۲ تہذیب معالم السنن لابن قیم علی عون المعبود ۳ر۷۳-۷۴، زاد المعاد ۱ر۲۲۷

۳۴ فتح الباری ۲ر۲۹۱

قرار دیا ہے۔ ۳۵؎

علامہ البانی نے تعلیقات ابن خزیمہ میں اس حدیث کو سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ ۳۶؎

تحقیق شرح السنہ میں شیخ شعیب ارناووط نے بھی امام بخاری، ابن معین اور نسائی سے اسکی تضعیف اور ابن قیم سے اسکے متن میں قلب وتغیر کی بات نقل کی ہے۔ ۳۷؎

اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس حدیث کا فیصلہ کن ثابت ہونا تو درکنار یہ تو سخت ضعیف ہونے کی وجہ سے نا قابل استدلال ہے۔

ایک اثر فاروقی:

اس سلسلہ میں ایک اثر فاروقی مصنف عبدالرزاق اور معانی الآثار طحاوی میں ہے، جسمیں اسود اور علقمہ کہتے ہیں:

﴿حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ فِیْ صَلٰوتِهٖ خَرَّ بَعْدَ رُکُوْعِهٖ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ کَمَا یَخِرُّ الْبَعِیْرُ وَضَعَ رُکْبَتَیْهِ قَبْلَ یَدَیْهِ﴾ ۳۸؎

ہمیں حضرت عمر ﷺ کی نماز سے یہ یاد ہے کہ وہ رکوع کے بعد گھٹنوں کے بل بیٹھتے تھے جیسے کہ اونٹ بیٹھتا ہے۔ وہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھتے تھے۔

امام طحاوی نے اس اثر کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور شیخ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ میں انکی یہ تصحیح نقل کی ہے اور اس پر کوئی تعاقب نہیں کیا بلکہ اسکے ایک راوی اعمش کی تحدیث کی صراحت کرکے انکی تائید وموافقت کی ہے۔ ۳۹؎

۳۵؎ التقریب لابن حجر ص ۳۶،۱۹، ۵۴۹

۳۶؎ حوالہ سابقہ وتحقیق ابن خذیمہ ۱/۳۱۹

۳۷؎ تحقیق شرح السنہ ۳/۱۳۵

۳۸؎ طحاوی ۱/۱۵۱، بحوالہ الضعیفہ ۲/۳۳۲ ومصنف عبدالرزاق ۲/۱۶۹ بتحقیق الاعظمی

۳۹؎ حوالہ سابقہ

لیکن یہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ایک اثر ہے اور دوسری طرف نبی اکرم ﷺ سے ثابت ایک حدیث ہے، لہٰذا یہ اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا کہ گھٹنوں والی حدیث کو ترجیح دی جا سکے اور اس سلسلہ میں پائے جانے والے دوسرے آثار کی نسبت بھی یہی جواب ہے کہ جب ایک طرف ایک حدیث صحیح وثابت موجود تو پھر دوسری طرف چاہے کتنے بھی صحابہ کے آثار کیوں نہ آجائیں، فَلا اَثَرَ لِلآثَارِ۔ مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے۔

﴿اَنَّہٗ کَانَ یَضَعُ رُکْبَتَیْہِ اِذَا سَجَدَ قَبْلَ یَدَیْہِ﴾ [۴۰] سجدکرتے وقت وہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے لگاتے تھے۔

جبکہ یہ بھی ضعیف ہے اسکا ایک راوی ابن ابی لیلیٰ ردیُ الحفظ ہے اور نافع سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فعل روایت کرنے میں اس نے عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت بھی کی ہے جو کہ اس سے کہیں زیادہ ثقہ ہیں۔ [۴۱]

یہ آثار ضعیف وموقوف ہونے کی وجہ سے اور یہ احادیث ضعیف ہونے کی وجہ سے اس بات کی دلیل نہیں بن سکتیں کہ نمازی کو سجدہ جاتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر رکھنے چاہئیں اور پھر ہاتھ بلکہ صحیح احادیث کی رو سے پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے رکھنا ثابت ہوتا ہے۔

[5] اونٹ کے گھٹنے؟

البتہ اس سے قبل والے اثرِ فاروقی میں ایک بات واضح طور پر آگئی ہے کہ اونٹ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے جو کہ اسکی اگلی ٹانگوں میں ہوتے ہیں اور جب یہ بات ایسے ہی ہے تو پھر نمازی کو

---

[۴۰] مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۹۵

[۴۱] بحوالہ الاعتصام جلد ۴۳ شمارہ بابت ۱۳، جمادی الآخر ۱۴۱۲ھ، ۲۰ دسمبر ۱۹۹۱ء مقالہ مولانا: محمد اسحاق صاحب مدرس مدرسہ رحمانیہ لاہور۔

زمیں پر گھٹنے پہلے نہیں رکھنے چاہئیں کیونکہ اس سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ۴۲

جیسا کہ اس مفہوم کی بعض احادیث ذکر کی جا چکی ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اس کا انکار کیا ہے کہ اونٹ کے گھٹنے اگلی ٹانگوں میں ہوں اور لکھا ہے کہ یہ بات اہل لغت کے علم میں بھی نہیں ہے۔ ۴۳

جبکہ ان کی یہ بات ایک تسامح ہے اور زاد المعاد کے محققین کے علاوہ کثیر کبار اہل علم نے اس پر انکا تعاقب ورد کیا ہے اور چونکہ اس معنی کی حدیث سے جانبین نے ہی استدلال کیا ہے، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ کے گھٹنوں کے بارے میں کچھ تحقیقی جائزہ پیش کر دیا جائے جس سے پتہ چل سکے کہ اس معاملہ میں کونسی جانب مبنی بر حق ہے اور کس طرف خطا ہے؟

ازروئے لغت:

علامہ ابن قیمؒ نے تو زاد المعاد میں کہہ دیا ہے کہ اُونٹ کے گھٹنوں کا اسکی اگلی ٹانگوں میں ہونا لغتِ عربی کے ماہرین کے یہاں بھی معروف و متعارف نہیں ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عرب اہل لغت کے یہاں یہ بات ملتی ہے کہ اونٹ کے گھٹنے اسکی اگلی ٹانگوں میں ہی ہوتے ہیں پچھلی میں نہیں۔ چنانچہ لغت کی بیس ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب لسان العرب میں ابن المنظور افریقی نے مادہ ''رکب'' میں لکھا ہے:

﴿وَرُكْبَةُ الْبَعِيرِ فِيْ يَدِهٖ...... وَكُلُّ ذِيْ اَرْبَعٍ، رُكْبَتَاهُ فِيْ يَدَيْهِ﴾ ۴۴

اونٹ کا گھٹنا اسکی اگلی ٹانگوں میں ہوتا ہے، بلکہ ہر چوپائے کے گھٹنے اسکی اگلی ٹانگوں میں ہوتے ہیں۔

اہل لغت میں سے صاحب لسان العرب کی اس صراحت کے بعد یہ کہنا تو صحیح نہیں رہا کہ اہل لغت کے یہاں یہ بات متعارف نہیں ہے۔

---

۴۲ المعجم ۳۳۱/۲

۴۳ زاد المعاد ۲۲۵/۱

۴۴ لسان العرب ابن المنظور ۲۳۶/۱۴

مشکل الآثار و شرح معانی الآثار:

مشکل الآثار اور شرح معانی الآثار میں امام طحاوی نے اس حدیث کی تصحیح و تثبیت کے دوران اور اونٹ بلکہ تمام جانوروں کی اگلی ٹانگوں میں انکے گھٹنے ہونے میں کوئی استحالہ نہ ہونے کا پتہ دیتے ہوئے، اور انسان کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

﴿لا یَبْرُکُ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ اللَّتَیْنِ فِیْ رِجْلَیْهِ کَمَا یَبْرُکُ الْبَعِیْرُ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ اللَّتَیْنِ فِیْ یَدَیْهِ وَلٰکِنْ یَبْدَأُ فَیَضَعُ اَوَّلاً یَدَیْهِ اللَّتَیْنِ لَیْسَ فِیْهِمَا رُکْبَتَانِ، ثُمَّ یَضَعُ رُکْبَتَیْهِ، فَیَکُوْنُ مَا یَفْعَلُ فِیْ ذَالِکَ بِخِلَافِ مَا یَفْعَلُ الْبَعِیْرُ﴾ [۴۵]

وہ گھٹنوں کے بل نہ بیٹھے جو کہ اسکی ٹانگوں میں ہوتے ہیں جس طرح کہ اونٹ گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے، جو کہ اسکی اگلی ٹانگوں میں ہوتے ہیں، بلکہ پہلے ہاتھ رکھے جن میں کہ اس کے گھٹنے نہیں ہوتے، پھر گھٹنے رکھے اسطرح وہ بیٹھنے میں اُونٹ کے برعکس طریقہ سے بیٹھے گا۔

اور علماء احناف میں سے ہی علامہ علی قاری نے المرقاۃ شرح المشکوٰۃ میں حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: اِذَا سَجَدَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَبْرُکْ کَمَا یَبْرُکُ الْبَعِیْرُ میں اس بات سے روکا گیا ہے کہ کوئی شخص اونٹ کی طرح پہلے گھٹنے اور پھر ہاتھ رکھے۔ اس حدیث میں اُونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے جب کہ وہ اپنے ہاتھ ہی گھٹنوں سے پہلے رکھتا ہے، کیونکہ انسان کے گھٹنے اسکی ٹانگوں میں ہوتے ہیں اور جانوروں کے گھٹنے اسکے ہاتھوں (اگلی ٹانگوں) میں ہوتے ہیں۔ پس جب کوئی پہلے گھٹنے زمین پر رکھے گا تو وہ بیٹھنے میں اونٹ سے مشابہ ہوگا۔ اور آگے وَلْیَضَعْ یَدَیْهِ قَبْلَ رُکْبَتَیْهِ کی شرح میں لکھا ہے کہ توربشتی نے اعتراض کیا ہے کہ:

اونٹ کی طرح بیٹھنے سے کیسے روکا ہے؟ جبکہ آگے پھر ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھنے کا حکم بھی

---

[۴۵] بحوالہ تحقیق زاد المعاد ۱/۲۲۵ و صفۃ الصلوٰۃ ص ۸۲

فرمایا ہے جبکہ اونٹ اپنے ہاتھ پہلے رکھتا ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ انسان کے گھٹنے تو اسکی ٹانگوں میں ہوتے ہیں جبکہ چوپایوں کے گھٹنے تو انکے ہاتھ (اگلی ٹانگوں) میں ہوتے ہیں۔ ۴۶؎

لسان العرب میں ابن المنظور کے علاوہ ازہری نے تہذیب اللغہ (۱۰/۲۱۶) میں اور ابن سیدہ نے المحکم (۷/۱۶) میں بھی ذکر کیا ہے کہ اونٹ کے گھٹنے اسکی اگلی ٹانگوں میں ہوتے ہیں۔ ۴۷؎

معروف محقق علامہ ابن حزم نے بھی المحلی میں اسی بات کو ثابت کیا ہے کہ اونٹ کے گھٹنے اسکے ہاتھوں یعنی اگلی ٹانگوں میں ہوتے ہیں نہ کے پچھلی ٹانگوں میں۔ ۴۸؎

اور وہ بیٹھتے وقت گھٹنے ہی زمین پر پہلے لگاتا ہے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے اس طرح بیٹھنے سے نمازی کو منع کیا ہے اور پہلے زمین پر ہاتھ اور پھر گھٹنے رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔

کتب حدیث کی روشنی میں:

اونٹ کے گھٹنوں کا اسکی اگلی ٹانگوں میں ہونا، کتب حدیث سے بھی ثابت ہے:

۱۔ امام قاسم سرقسطی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

﴿لَا يَبْرُكُ اَحَدٌ بُرُوْكَ الْبَعِيْرِ الشَّارِدِ﴾ تم میں سے کوئی کسی بھرے ہوئے اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اور امام قاسم اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ نماز میں سجدہ جانے کے بارے میں ہے کہ آدمی اپنے جسم کو یکبارگی نہ گرادے جس طرح کہ بدکا ہوا اور غیر مطمئن اونٹ کرتا ہے، بلکہ اطمینان کے ساتھ بیٹھے۔ پہلے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور پھر دونوں گھٹنے۔ اور اس

۴۶؎ المرقاۃ ملا علی قاری بحوالہ تحفۃ الاحوذی ۲/۱۳۶

۴۷؎ بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام ایضاً

۴۸؎ المحلی ۴/۲/۱۲۹

سلسلہ میں ہی ایک مرفوع ومفسّر حدیث بھی ہے۔اور انہوں نے آگے اس موضوع کے شروع میں بیان کی گئی پہلی حدیث حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بھی وارد کی ہے۔[۴۹]

۲. اسی طرح ہی وہ اثر فاروقی بھی ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں لہٰذا اسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں اسمیں بھی واضح طور پر یہ بات آگئی ہے کہ اونٹ کے گھٹنے اسکی اگلی ٹانگوں میں ہی ہوتے ہیں نہ کہ پچھلی ٹانگوں میں۔

۳. اور ان دو آثار پر مستزاد صحیح بخاری شریف اور دیگر کتب کی وہ حدیث بھی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت سراقہ بن مالک ؓ جو اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ گھوڑا لے کر نبی ﷺ کی تلاش میں نکلے اور دیکھ بھی لیا، لیکن جب قریب پہنچے تو انکا گھوڑا معجزاتی طور پر گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔اس حدیث میں حضرت سراقہ ؓ کے الفاظ ہیں:

﴿سَاخَتْ یَدَا فَرَسِیْ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی بَلَغَتَا الرُّکْبَتَیْنِ﴾[۵۰] میرے گھوڑے کی دونوں اگلی ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں۔

بخاری میں معروف صحابی کے ان الفاظ سے بھی معلوم ہوا کہ اونٹ اور دیگر چوپایوں کے گھٹنے اگلی ٹانگوں میں ہوتے ہیں۔

خلاصہ:

اس ساری بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ والی پہلی حدیث کا جزءِ اول جزءِ ثانی کے مخالف نہیں ہے بلکہ اس طرح ہی صحیح ہے کہ نمازی اونٹ کی طرح اپنے گھٹنے زمین پر پہلے نہ رکھے بلکہ ہاتھ پہلے رکھے کیونکہ اونٹ کی طرح گھٹنے پہلے رکھنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے

---

[۴۹] تحقیق زاد المعاد ۱/۲۲۵ نقلا عن غریب الحدیث للامام السرقسطی ۲/۷۰، وصححہ و صفۃ الصلوٰۃ ص ۸۲

[۵۰] بخاری مع الفتح و تحفۃ الاحوذی ۲/۱۳۹

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی حدیث میں آیا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ کی وجوہاتِ ترجیح:

علامہ ابن قیمؒ نے تہذیب معالم السنن اور زاد المعاد میں گھٹنے پہلے رکھنے کو راجح قرار دینے کیلئے دس (۱۰) وجوہاتِ ترجیح بیان کی ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت ابو ہریرہ ؓ والی پہلی حدیث مقلوب ① ومضطرب ② اور منسوخ ③ ومتکلم ④ فیہ ہے، جبکہ حضرت وائل ؓ والی حدیث پر اکثر کا عمل ⑤ ہے، اسکے بعض ⑥ شواہد ہیں، بعض ⑦ صحابہ کے آثار اسکے موافق ہیں، اسمیں ⑧ حکایتِ فعل ہے اور اس میں وارده افعال ⑨ دوسری روایات سے بھی ثابت ہیں اور وہی نبی ﷺ کی اُونٹ کی طرح بیٹھنے سے ممانعت ⑩ والی حدیث کے موافق بھی ہے۔[۵۱]

جب کہ موصوف کے اس موقف پر تعاقب کرتے ہوئے محققین زاد المعاد نے لکھا ہے کہ مصنف نے جس جانب کو راجح قرار دیا ہے، وہ صحیح نہیں بلکہ راجح حضرت ابو ہریرہ ؓ والی حدیث ہے، اور اسکے اسباب و وجوہات بھی انھوں نے تحقیق و تعلیقات میں ذکر کئے ہیں۔[۵۲]

مختلف مواقف:

۱. امام نووی نے المجموع میں دونوں طرح کے دلائل ذکر کر کے لکھا ہے کہ مجھ پر کسی جانب کی ترجیح ظاہر نہیں ہو سکی۔[۵۳]

۲. امام شوکانی نے نیل الاوطار میں تمام تفصیلات ذکر کر کے اس مسئلہ کو معارک الانظار اور مضائق

۵۱ مختصراً از زاد المعاد ۱/ ۲۳۰۔۲۳۱

۵۲ تحقیق زاد المعاد ۱/ ۲۲۳۔۲۳۰

۵۳ المجموع ۳/ ۴۲۱

الاذکار میں سے ایک قرار دے دیا ہے۔ ۵۴؎

۳۔ محقق مقبلی، شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی اور مولانا محمد جونا گڑھی نے دونوں طرح کی احادیث میں جمع وتطبیق کی راہ اپنائی ہے کہ جب زمین کے قریب ہو جائیں اور گھٹنے مڑ جائیں تو ہاتھ پہلے رکھ لیں اور پھر گھٹنے، جبکہ ایک روایت میں امام مالکؒ واحمدؒ اور علامہ مقبلی وجونا گڑھی نے دونوں کو ہی برابر قرار دیا ہے چاہے کسی کو بھی اختیار کر لیں۔ ۵۵؎

جب کہ بات دراصل یوں ہے کہ یہ اُس وقت ہوتا جب دونوں طرف کی احادیث صحیح ہوتیں، لیکن یہاں ایسا نہیں ہے، ہم تفصیل بیان کر آئے ہیں کہ ہاتھ پہلے رکھنے والی احادیث صحیح ہیں اور گھٹنے پہلے رکھنے کا پتہ دینے والی روایات ضعیف ہیں۔

۴۔ اسکے باوجود جمہور اہل علم اور بقول قاضی ابوالطیب کے، عام فقہاء نے اسے ہی اختیار کیا ہے۔ ابن المنذرؒ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی، مسلم بن یسار، ثوری (ایک روایت میں) احمد بن حنبلؒ، شافعیؒ، اسحاق بن راہویہ اور اہل رائے احناف سے یہی مسلک نقل کیا ہے اور خود بھی اسے ہی اپنایا ہے۔ ۵۶؎

۵۔ گھٹنے پہلے رکھنے والی روایات کے ضعف کے پیش نظر اور ہاتھ پہلے رکھنے والی احادیث کے صحیح ہونے کی بنا پر امام مالکؒ، اوزاعی، ایک روایت میں امام احمدؒ اور جمہور اہلحدیث ومحدِّثین نے پہلے ہاتھ رکھنے کا مسلک اختیار کیا ہے اور امام مالکؒ نے تو یہ بھی کہا ہے:

﴿هٰذِهِ الصِّفَةُ اَحْسَنُ فِیْ خُشُوْعِ الصَّلٰوةِ﴾ ۵۷؎ یہ انداز، ازروئے خشوع بہت اچھا ہے۔

۵۴؎ نیل الاوطار ۲/۱/۲۸۳، ۲/۳/۹۹ ۵۵؎ المحلی ایضاً وصلوٰۃ الرسول ﷺ محقق ص۲۸۳ نقلاً عن "صلوٰۃ محمدی" تحفۃ الاحوذی ۲/۱۳۶، فتح الباری ۲/۲۹۱

۵۶؎ المحلی ۲/۳/۹۷، زاد المعاد ۱/۲۲۹۔۲۳۰، کتاب الاعتبار حازمی ص۷۹۔۸۰، تحفۃ الاحوذی ۲/۱۳۵، عون المعبود ۳/۶۸

۵۷؎ فتح الباری ۲/۲۹۱

اسباب ووجوہاتِ ترجیح:

اسی آخری مسلک کے راجح ہونے کے اسباب ووجوہات بھی کئی ہیں، مثلاً:

۱. ہاتھ پہلے رکھنے کا پتہ دینے والی حدیث صحیح ہونے کے ساتھ قولی ہے اور گھٹنے پہلے رکھنے کا پتہ دینے والی حدیث ضعیف ہونے کے علاوہ فعلی ہے۔ اور تعارض کی صورت میں ترجیح قولی حدیث کو ہوا کرتی ہے، جیسا کہ وجوہِ ترجیح کے ضمن میں امام حازمی نے سینتیسویں (۳۷) وجہ یہ لکھی ہے:

﴿اَنْ یَّکُوْنَ اَحَدُ الْحَدِیْثَیْنِ قَوْلاً وَالْآخَرُ فِعْلاً، فَالْقَوْلُ اَبْلَغُ فِی الْبَیَانِ وَلِاَنَّ النَّاسَ لَمْ یَخْتَلِفُوْا فِیْ کَوْنِ قَوْلِهٖ حُجَّةً وَاخْتَلَفُوْا فِیْ اِتِّبَاعِ فِعْلٍ لِاَنَّ الْفِعْلَ لَا یَدُلُّ بِنَفْسِهٖ عَلٰی شَیْءٍ بِخِلَافِ الْقَوْلِ فَیَکُوْنُ اَقْوٰی﴾ ۵۸

دو حدیثوں میں سے ایک قولی اور دوسری فعلی ہو تو قول، بیان میں زیادہ بلیغ ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے قول کے دلیل حجت ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف بھی نہیں ہے۔ البتہ اتباعِ عمل مین اختلاف ہے، کیونکہ فعل فی نفسہ کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا، بخلاف قول کے، لہٰذا قولی حدیث اقویٰ (زیادہ قوی) ہوتی ہے۔

اور علامہ ابن الترکمانی نے بھی سنن کبریٰ بیہقی کے حاشیہ الجوہر النقی میں لکھا ہے کہ ہاتھ پہلے رکھنے کا پتہ دینے والی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قولی ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا علماءِ اصول کے نزدیک اسے گھٹنے پہلے رکھنے کا پتہ دینے والی حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پر ترجیح ہوگی کیونکہ اسکی دلالت فعلی ہے۔ ۵۹

اور یہاں فعلی کی قولی پر ترجیح والے اصول کی بنیاد میں کارفرما سبب بھی بیان کرتے جائیں کہ

---

۵۸ الاعتبار ص ۲۰ نیز دیکھئے ص ۱۸ وجہ ترجیح نمبر ۲۶

۵۹ الجوہر النقی ابن الترکمانی مادردی ۱/۱۰۰

امت کی نسبت قولی حدیث میں کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں پایا جاتا کہ یہ عمل افرادِ امت کیلئے نبی ﷺ نے تجویز فرمایا ہے۔ جب کہ فعلی حدیث میں اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ وہ عمل کہیں نبی ﷺ کے خصائص میں سے نہ ہو، جیسے ایک مرد کے نکاح میں زیادہ سے زیادہ چار بیویوں والی آیت اور قولی احادیث ہیں۔ اور خود نبی ﷺ کا عمل مبارک بیک وقت نو ازواج مطہرات سے نکاح ہے۔ ہمارے لئے قولی واجب العمل اور یہ فعل نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ اور خصائص کے بارے میں عموماً صراحت ہوتی ہے، لیکن چونکہ کبھی صراحت نہ ہونیکی وجہ سے کسی کام کے خصائص مصطفی ﷺ میں سے ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ لہٰذا علماء اصول نے مستقل اصول وضع کر دیا کہ قولی حدیث راجح ہوگی اور فعلی مرجوح اور مسئلہ زیر بحث میں قولی حدیث پہلے ہاتھ رکھنے کا پتہ دیتی ہے۔

۲. اگر دونوں طرح کی احادیث کو صحیح مان لیا جائے (حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے) تو پھر بھی حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہاتھوں والی قولی حدیث کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری صحیح حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جو صحیح بخاری میں تعلیقاً و موقوفاً اور ابن خزیمہ و دار قطنی، سنن بیہقی و کتاب الاعتبار حازمی اور مستدرک حاکم کے حوالے سے ہم ذکر کر چکے ہیں اور امام حاکم نے اپنا رجحان ہاتھوں والے نظریہ کی طرف ظاہر کیا ہے اور اسکا سبب یہ لکھا ہے کہ اسکے بارے میں صحابہ و تابعین سے بہت ساری احادیث و آثار ملتے ہیں۔ لہٰذا راجح مسلک یہی ہے اور دوسری جانب اگرچہ حضرت وائل ؓ والی حدیث ہے، لیکن وہ چونکہ ضعیف ہے اور پھر حضرت انس و ابی بن کعب رضی اللہ عنہما والی روایات ہیں تو وہ ذکر کی گئی تفصیل کی رو سے اتنی ضعیف ہیں کہ پہلی کی شاہد و مؤید بننے کے قابل نہیں۔ لہٰذا یہ جانب مرجوح ہے۔

۳. ایک ہی موضوع سے متعلقہ دو طرح کی احادیث آجائیں اور اس تعارض میں ایک **نفی پر مشتمل** ہو اور دوسری اثبات پر، یعنی ایک میں کسی کام کو کرنے کا حکم دیا گیا ہو اور دوسری میں نہ کرنے کا، تو ایسی

صورت میں حذر وممانعت والی حدیث راجح ہوگی، اور یہ ایک مستقل وجہ ترجیح ہے۔ مسئلہ زیر بحث میں حضرت وائل ؓ والی حدیث مثبت ہے، جبکہ حضرت ابو ہریرہ ؓ والی منفی ہے کہ اونٹ کی طرح پہلے گھٹنے زمین پر مت لگاؤ لہٰذا یہی راجح ہے۔ ان اور ایسی ہی دوسری وجوہات واسباب کی بناء پر حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام میں اسی طرح حافظ ابن سید الناس، قاضی ابوبکر ابن العربی اور علامہ ابن الترکمانی نے بھی حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہاتھوں کو پہلے رکھنے والی حدیث کو ہی راجح قرار دیا ہے اور امام بخاری کا واضح رجحان بھی اسی طرف ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں انکی تبویب سے معلوم ہو رہا ہے۔ اور امام ابن العزی کے بقول، یہی عملِ اہلِ مدینہ بھی ہے۔ شیخ احمد شاکر، علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری، محدِث البانی، شیخ عبدالقادر ارناؤوط اور شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی پہلے زمین پر ہاتھ رکھنے اور پھر گھٹنے لگانے والے موقف کو ہی راجح قرار دیا ہے اور اختیار کیا ہے۔ امام خطابی نے معالم السنن میں حضرت وائل ؓ والی حدیث کو راجح قرار دیا ہے۔ ٦٠

اور ہماری ذکر کردہ تفصیل سے انکی اس بات کا ضعف بھی واضح ہوگیا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ ٦١

ایک وضاحت:

سجدہ جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھے جائیں یا گھٹنے؟

اس سلسلہ میں تفصیلی تحقیق ہم نے ذکر کردی ہے، جسکی رو سے ہمارے نزدیک ہاتھوں کا زمین پر گھٹنوں سے پہلے رکھنا ہی اَولیٰ ہے، لیکن یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا مناسب لگتا ہے کہ بعض اہلِ

---

٦٠ معالم السنن خطابی ۱ر۱۸۰، المنتقیٰ للمجد ابن تیمیہ ۲ر۳ر۹۹

٦١ مزید تفصیلات کیلئے دیکھیے بلوغ المرام مع السبل ۱ر۱ر۱۸۹، الجوہر النقی ۱ر۱۰۰، تحفۃ الاحوذی ۲ر۱۳۷۔۱۳۸، بخاری مع الفتح ۲ر۲۹۰۔۲۹۱، عون المعبود ۳ر۱۷، تحقیق زاد المعاد ۱ر۲۲۳۔۲۳۱، الصحیحۃ ۲ر۳۳۲، الارواء ۲ر۸۰، صلوٰۃ الرسول مولانا سیالکوٹی تحقیق عبدالرؤف ص ۲۸۳۔۲۸۶

علم نے جو کہا ہے کہ ان دونوں طرح کی احادیث کو یوں جمع کرلیا جائے کہ قیام سے سجدہ کی طرف اس انداز سے جھکیں کہ جیسے آپ کے گھٹنے اور ہاتھ بیک وقت ہی زمین پر جالگیں گے، لیکن قریب ہو کر پہلے ہاتھ لگائیں اور پھر گھٹنے، اس جمع وتطبیق میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ بڑی مناسب بات ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ پہلے گھٹنے رکھنا صحیح طور پر ثابت نہیں ہو رہا اور اس میں بظاہر کچھ شان کبر ونخوت سی بھی پائی جاتی ہے اور اگر کھڑے ہی دونوں ہاتھوں کو آگے کی طرف بڑھاتے ہوئے سجدہ جانے لگیں تو یہ بھی کچھ اتنا اچھا نہیں لگتا، بلکہ ایسے محسوس ہوتا ہے، جیسے کوئی فلائی (پرواز) کرنے لگا ہو، خصوصاً اگر کوئی لاپرواہی سے آگے ہاتھ بڑھائے سجدہ جا رہا ہو۔

لہٰذا غیر اَولیٰ انداز اور بے ہنگم وغیر درست انداز کے مابین مذکورہ جمع وتطبیق سے کام لیا جائے تو اولیٰ پر عمل ہو جائے گا اور معیوب انداز سے بھی بچا جا سکے گا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ کھڑے کھڑے ہی ہاتھوں کو آگے کی جانب نہ بڑھایا جائے اور انہیں زمین پر پہلے لگائیں اور پھر ساتھ ہی گھٹنے لگالیں۔

واللہ الموفق إلی سواء السبیل